روز قیامت کیا بہت دور ہے؟

نہیں! مفاد پرست طبقہ لوگوں کو بہکانے کیلئے روز قیامت کو بہت دور قرار دیتا ہے

آسمانوں اور زمین کو بِالْحَقِّ یعنی ایک سوچے سمجھے ارادے، منصوبے اور عظیم مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ با مقصد تخلیق کے معنی یہ ہیں کہ منتہا لازم اور پہلے سے متعین ہو۔

مَّا خَلَقَ ٱللَّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ الروم ۸)

مَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ الاحقاف ۳)

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں بنایا سوائے خاص مقصد اور ایک مقررہ (طے شدہ معلوم) مدت کیلئے''

أَجَلٍ مُّسَمًّى میں لفظ مُّسَمًّى (مادہ 'س م و') سے واضح ہے کہ یہ مدت متعین وقت کے حوالے سے ہے جسے شمار کرنے، گننے کی ضرورت نہیں کہ وقت معلوم ہے۔ تصویر ہو، آسمان و زمین ہوں یا انسان، جو تخلیق ہوگا نقطے سے ہوگا۔ جو نقطہ پھیلے گا وہ ایک مدت کے بعد مخصوص وقت پر بکھرے/سمٹے گا۔ نقطے میں پنہاں پھیلنے کی صلاحیت وقدرت اور پھیلاؤ کی رفتار کا تعین ہو سکے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کتنی مدت کے بعد کس گھڑی اسے بکھرنا/سمٹنا ہے۔ جس کا آغاز ہے اس کا انجام ہے۔

كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ الرعد۔۲، فاطر ۱۳، الزمر۔۵)

كُلٌّ يَجْرِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ لقمان۔۲۹)

(آسمان، زمین، سورج، چاند) ''تمام ایک متعین مدت (معلوم وقت) تک کیلئے چل رہے ہیں'' [آغاز سے نقطۂ تکمیل، انجام کی جانب] اس لئے اس وقت تک کیلئے یہ ممکن نہیں کہ

لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جالے'' (حوالہ یٰس۔۴۰)

لیکن زمین کے وقت کا اختتام ہے۔ یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا

وَخَسَفَ ٱلْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ﴿٩﴾

''اور چاند دھنس جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے'' (القیامۃ ۔۸۔۹)

''وقت، زمان کی ابتدا'' يَوْمَ سے ہوئی تھی اور چاند کے سورج میں دھنس جانے سے سورج اور چاند اکٹھے ہوں گے تو یہ بھی يَوْم ہوگا

يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ،يَوْمِ ٱلدِّينِ ، ٱلْيَوْمَ ٱلْأَخِرَ ، يَوْمُ ٱلْفَصْلِ فیصلے کا دن، الگ الگ کئے جانے کا دن۔ آفاق کی ان حقیقتوں کے متعلق بتایا إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَأَيَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ٥ ''بیشک ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو تفکر کرتے ہیں'' (حوالہ الرعد۔۳)۔

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان پیدا ہو رہے ہیں اور موت کو گلے لگا رہے ہیں۔ بے بس، محتاج اور لاعلمی کی حالت میں دنیا میں کوئی داخل کیا جا رہا ہے تو کوئی مقتدر، صاحب حیثیت و علم ہونے کے باوجود دنیا میں مزید قیام پر قادر نہیں۔ وہ دنیا چھوڑ رہا ہے اور سب بے بس ہیں۔ انسان اپنی مرضی اور فیصلے کے تحت دنیا میں داخل ہوا تھا اور نہ اس کے بس میں ہے کہ شدید خواہش کے باوجود اپنے قیام کو دوام دے سکے۔ ایسا اس لئے ہے کہ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰٓ أَجَلًا ''اللہ وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی'' (حوالہ الانعام۔۲) قَضَىٰٓ أَجَلًا ایک فرد کی تخلیق اور انسانوں سے الگ کئے جانے (طبعی موت، غیر دانستہ یا دانستہ انفرادی قتل) کے درمیان جو مدت ہے وہ اس کی ''اجل'' ہے۔ کیا پیدائش یعنی لوگوں میں شامل ہونے اور پھر لوگوں سے الگ کئے جانے کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا؟ کیا اس کی منتہا ہے؟ بتایا

وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ

''اور ایک دوسری مدت ہے جو اختتام کے حوالے سے اس کے ہاں طے شدہ ہے'' (حوالہ الانعام۔۲)۔

یہ وہ مدت ہے جس کا اختتام معلوم وقت کے دن ہونا ہے جب اس دن موجود تمام انسانوں نے ہلاک ہونا ہے اور پھر اول انسان سے آخری پیدا ہونے والے نے دوبارہ اٹھایا جانا ہے۔ أَجَلٍ مُّسَمًّى متعین لمحے پر ختم ہونے والی مدت ہے جسے اللہ نے مخفی رکھا ہے۔

آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر ابلیس رجیم قرار پایا

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِىٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾

''ابلیس نے کہا'' میرے رب! پھر مجھے مہلت دے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک''

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْوَقْتِ ٱلْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾

'اللہ نے کہا' 'اچھا! تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی ہے، معلوم وقت کے دن تک'' (الحجر ۳۶۔۳۸ اور سورۃ ص کی آیت ۷۹۔۸۱)۔

اس سے واضح ہوا کہ أَجَلٍ مُّسَمًّى وہ مدت ہے جو اختتام کے حوالے سے طے شدہ ہے۔ سورۃ الدخان کی آیت ۴۰ میں بھی بتایا:

إِنَّ يَوۡمَ ٱلۡفَصۡلِ مِيقَـٰتُهُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿٤٠﴾

''بیشک فیصلے کا دن ان سب کیلئے وقت مقررہ ہے''۔

إِنَّ يَوۡمَ ٱلۡفَصۡلِ كَانَ مِيقَـٰتًا ﴿١٧﴾

''بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے'' (سورۃ النباء۔۱۷)

مِيقَـٰتًا مادہ 'وق ت'۔ کسی کام کیلئے مقررہ زمانہ کی آخری حد۔ لہٰذا یہ لفظ بے اندازہ زمانہ کیلئے نہیں بولا جاتا (تاج۔محیط۔راغب) یعنی غیر معین عرصہ کو وقت نہیں کہہ سکتے، وقت مقرر کرنا۔ مقررہ وقت کو بھی کہتے ہیں اور مقررہ مقام کو بھی۔ مقررہ سال اور تاریخ کا دن فیصلے کا دن ہے۔

وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ اور ایک متعین لمحے پر ختم ہونے والی مدت ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے۔ ابتدائی زمانے سے لیکر آج تک سرکردہ لوگوں کا ایک گروہ اسے تسلیم کرنے میں لیت و لعل کرتا ہے۔ خود آخرت ہی کے بارے میں شک میں ہیں اور عام لوگوں کو گمراہ کرنے اور اُس دن کے بارے میں غیر سنجیدہ رکھنے کیلئے سوال کرتے ہیں

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَـٰذَا ٱلۡوَعۡدُ إِن كُنتُمۡ صَـٰدِقِينَ ۝

''اور وہ کہتے ہیں ''یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو'' (سورۃ یونس۔۴۸، الانبیاء۔۳۸، النمل۔۷۱، سباء۔۲۹، یٰس۔۴۸ اور الملک۔۲۵)

اور لوگوں کو یوں بہکاتے ہیں

هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾

''نہیں نہیں دور بہت دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (المومنون۔۳۶)

اللہ کے حضور پیش کئے جانے کا انکار کرنے والے دوسروں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قیامت ابھی بہت دور ہے۔

وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥ ''اور ایک متعین لمحے پر ختم ہونے والی مدت ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے''۔

کفار اس بات میں بہت دلچسپی لیتے ہیں کہ اس مدت نے کب ختم ہونا ہے اور اس ساعت نے کب برپا ہونا ہے اور ضد کرتے ہیں کہ انہیں ''مَتَىٰ'' حتمی تاریخ بتائی جائے کہ کہتے ہیں کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرۡسَىٰهَا

''آپ (ﷺ) سے اس ساعت (گھڑی) کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کب وقوع ہوگی''

اور آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا

قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِندَ رَبِّيۖ ”آپ (ﷺ) جواب دیں ”یقیناً اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقۡتِهَآ إِلَّا هُوَۚ سوائے اس کے کوئی نہیں ظاہر کر سکتا کہ کس وقت وقوع ہو گی

ثَقُلَتۡ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ (صرف یہ جان لو) وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری ہو گی

لَا تَأۡتِيكُمۡ إِلَّا بَغۡتَةٗۗ وہ تم پر نہیں آئے گی مگر اچانک“

يَسۡـَٔلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنۡهَاۖ ”آپؐ سے یوں پوچھتے ہیں جیسے سب کچھ چھوڑ کر آپ اس بات کی تحقیق میں لگے ہوں“

قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِندَ ٱللَّهِ ”آپ (ﷺ) کہیں کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے“ (حوالہ الاعراف۔۱۸۷)

قابل اہمیت نکتہ یہ ہے کہ آخرت ہے لیکن جنہیں اس کے متعلق تذبذب ہے انہیں اس کی تاریخ اور وقت جاننے میں دلچسپی ہے

يَسۡـَٔلُكَ ٱلنَّاسُ عَنِ ٱلسَّاعَةِۖ

”آپ (ﷺ) سے لوگ اس گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِندَ ٱللَّهِ

آپ (ﷺ) کہیں کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے“

اور زمانے کے حوالے سے بھی قیاس آرائیوں کا راستہ بند کر دیا۔ فرمایا

وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّ ٱلسَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝

”اور آپ (ﷺ) کو کس سے ادراک ہو گا۔ ممکن ہے وہ ساعت بالکل ہی قریب ہو“ (سورۃ الاحزاب۔۶۳)

ٱللَّهُ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ وَٱلۡمِيزَانَۗ

’اللہ وہ ہے جس نے کتاب (قرآنِ مجید) کو نازل فرمایا حق اور انصاف کے پیمانے کے ساتھ

وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّ ٱلسَّاعَةَ قَرِيبٞ ۝

”اور آپ (ﷺ) کو کس سے ادراک ہو گا! شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو“ (الشوریٰ۔۱۷)

اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ سے یہ بات دو بار کہی اور اُن سے قرآنِ مجید میں دو مرتبہ کہلوایا

فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُلْ ءَاذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَآءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِىٓ أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾

''پھر اگر وہ منہ موڑلیں تو کہہ دیں'' میں نے تمہیں یکساں طور پر اطلاع کر دی ہے۔

اور یہ کہ مجھے ادراک نہیں کہ جس چیز کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور'' (الانبیاء۔۱۰۹)

قُلْ إِنْ أَدْرِىٓ أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُۥ رَبِّىٓ أَمَدًا ﴿٢٥﴾

''آپ (ﷺ) کہہ دیں کہ مجھے ادراک نہیں کہ جس کا وعدہ تم لوگوں سے کیا جاتا ہے وہ قریب ہے

یا میرا رب اس کیلئے دور کی مدت مقرر کرے گا'' (الجن۔۲۵)

آقائے نامدار ﷺ نے یہ بات لوگوں سے کہی تھی اور اُن کے اپنے الفاظ میں یہ بات (قول، حدیث) ہم تک پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے حتمی تاریخ، نشانی تو کیا اُن لوگوں اور ہمارے لئے روز قیامت کیلئے قریب اور دور کے حوالے سے بھی مدت کا تعین نہیں فرمایا۔ کسی بھی بات، شئے، مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا ادراک کرنے کیلئے سبب اور وجہ کوئی دوسری بات، اشارہ، نشانی بنتی ہے۔ اگر دوسری نشانی کوئی نہیں تو ہم کسی بھی بات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ نے واضح فرمادیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اور انسانوں کیلئے اس دن کیلئے کوئی ایسی نشانی نہیں جو انہیں اس مخصوص ساعت کے متعلق ادراک دے سکے۔

متجسس لوگوں کی اطلاع کیلئے پھر واضح فرمایا

إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ

''بیشک اللہ ہی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے'' (حوالہ لقمان۔۳۴)

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ

''اسی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے'' (حوالہ فصلت۔۴۷)

اس ساعت کی حقیقت یہ ہے

بَلِ ٱلسَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَٱلسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾

''درحقیقت وہ گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی آفت اور بڑی تلخ ہوگی'' (القمر۔۴۶)

لیکن اس ساعت کے متعلق روش اور رویئے کے حوالے سے لوگ دو طرح کے ہیں۔ فرمایا

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا ٱلْحَقُّ ۗ

''اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرے، سہمے رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حقیقت ہے'' (حوالہ الشوریٰ۔۱۸)

اس ساعت سے سہم اور ڈر وہی سکتا ہے جسے یقین ہو کہ وہ کسی بھی لمحے برپا ہو سکتی ہے اور جو اس کے آنے کی نشانیوں کی کھوج، تردد میں لگا ہوا ہے اس سے وہ سہم سکتا ہی نہیں۔ فرمایا

أَلَآ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُمَارُونَ فِى ٱلسَّاعَةِ لَفِى ضَلَٰلٍۭ بَعِيدٍ ۝

''سنو! جو لوگ اس گھڑی کے متعلق متردد ہیں، وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہیں'' (حوالہ الشوری۔۱۸)

وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝

(آپ ﷺ سمجھائیں) ''اور اسی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے

اس لئے تم لوگ اس کے متعلق متردد نہ ہو اور میری اتباع کرو۔ یہ صراط مستقیم ہے'' (الزخرف۔۶۱)

''يُمَارُونَ'' جمع مذکر غائب مضارع ہے اور '' تَمْتَرُنَّ'' مضارع تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اور مادہ ''م ر ی'' ہے۔ اَلْمِرِيَةُ اور اَلْمَرِيَةُ اس دودھ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے تھنوں کو سہلانے (مس کرنے) سے نکالا جائے (تاج العروس)۔ اس سے اس کے معنی تردد اور کوشش سے کسی بات کا نکالنا ہیں۔ مِرِيَةُ الفَرَسِ کے معنی وہ چال ہے جو گھوڑا چابک یا کوڑا کھانے پر نکالے لہٰذا مِرِيَةٌ کسی معاملہ میں تردد کو کہتے ہیں (تاج)۔ اور تکرار، بحث مباحثہ (controversy) میں الجھنے کے معنوں میں سورۃ الکہف کی آیت ۲۲ میں استعمال ہوا۔ '' فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ اس لئے ان کے متعلق بحث میں نہ پڑو''۔ اور آقائے نامدار ﷺ نے اپنے مخاطب لوگوں سے یہ بھی کہا ''میری اتباع کرو۔ یہ صراط مستقیم ہے''۔ سورۃ الزخرف کی اس آیت ۶۱ میں رسول کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ لوگوں سے اس میں بتائی ہوئی بات کہیں۔ پھر دو ٹوک الفاظ میں بتایا وَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ 'اور اسی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے' (حوالہ الزخرف۔۸۵)

رسولِ کریم ﷺ سے کئے گئے سوال کے متعلق پھر فرمایا

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا ﴿٤٢﴾

''آپ (ﷺ) سے اس ساعت (گھڑی) کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کب وقوع ہوگی''

(النازعات۔۴۲، من وعن الاعراف آیت ۱۸۷ کی ابتدائی بات)

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ ﴿٤٤﴾

''اُس کا ذکر کرنے سے آپ (ﷺ) کا کیا کام! اُس کا وقت تو آپ کے رب کے پاس ہے

إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَىٰهَا ﴿٤٥﴾

آپ (ﷺ) تو خبردار کرنے والے ہیں اسے جو اُس ساعت سے ڈرتا ہے'' (النازعات۔۴۳۔۴۴)

اللہ رب العزت کے آقائے نامدار ﷺ سے فرمائے گئے اس دوٹوک فرمان اور آقائے نامدار ﷺ سے کہلوائے گئے غیر مبہم فرمودات کی موجودگی میں اگر کوئی آپ ﷺ سے اس ساعت کے حوالے سے نشانیاں، تاریخ، زمانہ، مدت منسوب کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا تخیل ہے اور آپ ﷺ نے ہمیں واضح کیا ہوا ہے

قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا ۚ

(آپ ﷺ فرمائیں) ''بیشک تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والا (قرآنِ مجید) آ گیا ہے،

اب جو دیکھتا ہے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو اندھا رہا اس کا وبال اسی پر ہوگا

وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۝

اور میں تمہارا کچھ نگہبان و نگران نہیں ہوں'' (الانعام ۔۱۰۴)

قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ

''آپ (ﷺ) بتائیں ''اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے (قرآنِ مجید) الحق (بیان حقیقت) آ گیا ہے

وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝

اور میں تمہارا کوئی وکیل (ذمہ دار، نگران) نہیں ہوں'' (حوالہ یونس ۔۱۰۸)

آقائے نامدار ﷺ اپنے اُس بیان رقول کے ذمہ دار ہیں جو قرآنِ مجید میں بتا دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ کیلئے نہ کسی پر نگہبان ہیں اور نہ وکیل اور اللہ تعالیٰ نے بتایا

قَدْ خَسِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ ۖ

''بیشک نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے حضور اپنی پیشی کی اطلاع کو جھوٹ قرار دیا

حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتْهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا۟ يَـٰحَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا

یہاں تک کہ جب وہ گھڑی اچانک آ جائے گی تو لوگ کہیں گے ''افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی تقصیر ہوئی'' (حوالہ الانعام ۔۳۱)

اور پھر آقائے نامدار ﷺ نے لوگوں کو بتایا

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ

وہ تم پر نہیں آئے گی إِلَّا بَغْتَةً ماسوائے بالکل اچانک'' (حوالہ الاعراف ۔۸۷)

بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ

''نہیں! وہ ان پر اچانک آن پہنچے گی اور انہیں مبہوت کر دے گی'' (حوالہ الانبیاء ۔۴۰)

کیا عقل اور فہم یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ ایک یکا یک اور اچانک وقوع پذیر ہونے والی بات کے متعلق نشانیاں مقرر کی جا سکتی ہیں؟ آپ بتائیں کہ اگر ہمیں قبل از وقت معلوم ہو کہ فلاں بات فلاح شئے کے ظہور پذیر ہونے کے بعد واقع ہو گی تو کیا اُس وقت اس سے ہم ششدر و حیران، متحیر، حیرت زدہ ہوں گے؟ قطعی نہیں! ششدر و حیران وہ ہو گا جس کیلئے کوئی بات یکا یک، اچانک وقوع پذیر ہو۔
ایک ایسی بات کے متعلق کسی شئے کو نشانی قرار دینا کیا ممکن ہے جس کی حقیقت یہ ہو؟

وَمَآ أَمۡرُ ٱلسَّاعَةِ إِلَّا كَلَمۡحِ ٱلۡبَصَرِ أَوۡ هُوَ أَقۡرَبُۚ

''اور اس گھڑی کا معاملہ اس کے علاوہ نہ ہو گا جیسے آنکھ کا جھپکنا یا وہ اس سے بھی کم وقت میں وقوع پذیر ہو جائے گی'' (حوالہ النحل۔۷۷)

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ عقل و فکر کے استعمال کو بھی ہمارے لئے ایک بوجھ نہیں بننے دیتا۔ اچانک ہونے والی بات کا شعور نہیں ہوتا

أَفَأَمِنُوٓاْ أَن تَأۡتِيَهُمۡ غَٰشِيَةٞ مِّنۡ عَذَابِ ٱللَّهِ أَوۡ تَأۡتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغۡتَةٗ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ١٠٧

''تو کیا وہ اس بات سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب کی ڈھانپ لینے والی آفت آن پڑے
یا ان پر وہ (قیامت کی) گھڑی اچانک آجائے جب انہیں شعور ہی نہ ہو؟'' (یوسف۔۱۰۷)

هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأۡتِيَهُم بَغۡتَةٗ

'' کیا وہ صرف اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے

وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ۝

اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو'' (الزخرف۔۶۶)

سوال یہ ہے کہ جب ارشاد باری تعالیٰ ہے وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ''انہیں شعور بھی نہ ہو'' تو آپ فیصلہ کریں کہ قیامت برپا ہونے کیلئے آئندہ زمانے میں اگر کوئی نشانیاں مقرر کی گئی ہوتیں تو کیا اُن نشانیوں کے ظہور پذیر ہونے پر اُس زمان کے لوگوں کو اس بات کا شعور، احساس نہیں ہو جائے گا؟ يَشۡعُرُونَ کا مادہ ''ش ع ر'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کو سمجھ لینا، تاڑ لینا، حواس کے ذریعے کسی شئے کا ادراک کر لینا ہیں۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ فلاں آئے گا تو ایسا ہو گا جس پر فلاں آئے گا اور اس کے بعد فلاں آئے گا تو کیا اُن لوگوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ''انہیں شعور بھی نہ ہو''۔ کیا آپ کا فیصلہ یہ نہیں کہ قیامت کی گھڑی کیلئے نشانیاں مقرر کرنا لوگوں کا محض تخیل اور ظن ہے جس کا حقیقت سے قطعی کوئی واسطہ نہیں؟

ان آیات مبارکہ میں دوٹوک انداز میں آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے بھی ہمیں واضح کیا گیا کہ جس زمانہ میں وہ لمحہ، دن مخفی ہے اس بارے میں نشانیوں اور قیاس آرائیوں کا حقیقت سے واسطہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس بات کے ظہور پذیر ہونے کے زمانے کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہ ہو کیا اس کیلئے کسی بات کو نشانی قرار دینا درحقیقت زمانے کا تعین کرنے کے بارے میں خیال آرائی کرنا نہیں ہے؟ اور کیا یہ اللہ رب العزت اور آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے دوٹوک بیانات کے باوجود ظن اور گمان پر چلنے کی راہ ہموار کرنا نہیں ہے؟ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآنِ مجید کا فیصلہ ہے کہ گمان اور ظن کی پیروی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔

اللہ رب العزت نے آقائے نامدار ﷺ سے قبل موسیٰ علیہ السلام کو بھی بتایا تھا:

إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿١٥﴾

''یقیناً وہ گھڑی آ کے رہے گی۔ میں اسے چھپا کر ہی رکھتا ہوں تا کہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پائے'' (سورۃ طٰہٰ۔۱۵)

جس لمحے نے یقینی طور پر آنا ہے اسے مخفی رکھنے کا راز اور وجہ اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہے۔ جس لمحے سے قبل کے فیصلوں اور اعمال پر نتائج کا دارومدار ہو اور جس سے قبل توبہ کے دروازے ہر وقت کھلے ہوں اسے مخفی رکھنے ہی میں حکمت ہے۔ اس لمحے کو طشت از بام کرنا اس کی اہمیت اور اس میں پنہاں خوف کو کم کرنے کے مترادف ہوگا اور انسان کی کوشش و کاوش میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔ جس لمحے کے متعلق حتمی طور پر معلوم نہ ہو کہ کب اور کس وقت آن پہنچے گا وہی منزل کی جانب سفر کیلئے انسان میں کوشش و کاوش اور عمل میں تیزی اور جلدی کا رجحان پیدا کرے گا۔ اس لئے سَارِعُوٓا۟ اور سَابِقُوٓا۟ کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف بڑھنے میں جلدی کرو، سبقت لو۔ جنت کی طرف بڑھنے میں جلدی کرنا اس لئے ضروری ہے کہ نہ جانے وہ ساعت کب آن پہنچے۔

قیامت ایک ایسا دن ہے، ایسا ایک لمحہ ہے جو آقائے نامدار ﷺ کی زندگی مبارک میں بھی آ سکتا تھا کہ انہوں نے فرمایا:

قُل رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّى مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''میرے رب! اگر تو مجھے وہ دن دکھا دے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِى فِى ٱلْقَوْمِ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٩٤﴾

تو پھر میرے رب مجھے ظالم قوم میں نہ رکھنا'' (المومنون ۹۳۔۹۴)

اہل علم غور فرمائیں کہ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی اس دعا کے باوجود اُس دن کے آنے کو بعض نشانیوں سے منسوب کرنا کیا لوگوں کیلئے یہ گمان پیدا کرنے کے مترادف نہیں کہ اس لمحے کے آنے میں ابھی دیری ہے؟ پرانے زمانے میں کچھ لوگ دوسروں کو یہ کہہ کر بہکایا اور غافل کیا کرتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ ''نہیں نہیں دور، بہت دور ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (المومنون۔۳۶)

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔اس نے زمان میں اہم موضوعات پر گمراہ کن اختراع کی گئی تصوراتی اور تخیلاتی باتوں سے ایمان والے لوگوں کو محفوظ رکھنے کیلئے تمام حقائق کو افشاء کیا ہوا ہے۔دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ جن باتوں کو قیامت کی نشانیاں قرار دیا جاتا ہے قرآنِ مجید نے انہیں اُس دن کے واقعات بتایا ہوا ہے۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ کسی خاص واقعہ کے پیش آنے کی نشانیاں انہیں کہا جا سکتا ہے جو اُس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے کچھ عرصہ قبل وجود میں آئیں؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ عین روزِ قیامت پیش آنے والے واقعات کو قیامت کی نشانیاں قرار نہیں دیا جا سکتا؟ ''قیامت کی نشانیوں'' میں ایک نشانی یہ بتائی جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کو چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن قرآنِ مجید یاجوج ماجوج کے چھوڑنے کو قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات میں سے ایک واقعہ بتاتا ہے۔ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کی آمد روکنے کیلئے مضبوط دیوار بنالینے پر کہا تھا

قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾

اس نے کہا ''یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کا وعدہ پورا ہوگا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہوتا ہے'' (الکہف۔۹۹)

اور اللہ رب العزت نے بتایا ہے کہ جب رب العالمین کے وعدے کا وقت پورا ہوگا تو یوں ہوگا

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

''اور اُس دن ہم ان (یاجوج اور ماجوج) میں بعض کو چھوڑ دیں گے کہ ایک دوسرے پر مضطرب لہر کی طرح گر پڑیں۔ اور صور پھونک دیا جائے گا، پھر (اس لئے) ہم ان سب کو جمع کرلیں گے'' (الکہف۔۹۹)

آیت مبارکہ میں يَوْمَئِذٍ (اسم ظرف منصوب اِذٍ مضاف الیہ۔اس دن، ایسے واقعات کے دن) اور یاجوج اور ماجوج کو اُس دن چھوڑنے اور صور پھونکے جانے کے درمیان ''واؤ عاطفہ'' کے استعمال سے واضح ہے کہ یاجوج اور ماجوج کو روزِ قیامت چھوڑ دیا جائے گا۔ذوالقرنین نے بھی کہا تھا کہ اس کی بنائی ہوئی دیوار وعدے کے دن ریزہ ریزہ کردی جائے گی جو یاجوج اور ماجوج کے بند رہنے کا سبب ہے۔یہ بحث بے مقصد ہے کہ ذوالقرنین کو کس نے بتایا تھا کہ اس کی بنائی ہوئی دیوار وعدے کے دن ریزہ ریزہ ہو جائے گی لیکن ان کی بات سچ ہے کیونکہ ان کے قول کی نفی نہیں کی گئی۔انہوں نے دھاتوں کے ملاپ سے بنائی گئی دیوار کے متعلق یہ بھی کہا تھا ''یہ میرے رب کی رحمت ہے''، جس سے واضح ہے کہ ذوالقرنین کو بنائی گئی دیوار کی مضبوطی اور پائیداری کا یقین تھا۔

قیامت کے دن صور پھونکے جانے سے قبل یاجوج اور ماجوج مضطرب لہر کی طرح ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگتے آئیں گے۔اور سورۃ الانبیاء کی آیت ۹۵۔۹۷ میں فرمایا

وَحَرَٰمٌ عَلَىٰ قَرۡيَةٍ أَهۡلَكۡنَٰهَآ أَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ﴿٩٥﴾

''اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا وہ اس پر حرام ہے، وہ (بستی والے اب) نہیں لوٹیں گے''۔

ہلاک ہوئے لوگوں نے اس وقت تک اپنی اپنی قبروں میں سے نہیں اٹھنا جب تک روز قیامت نہیں آتا

حَتَّىٰٓ إِذَا فُتِحَتۡ يَأۡجُوجُ وَمَأۡجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴿٩٦﴾

''یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر جگہ سے (ایک دوسرے پر گرتے پڑتے) نکلتے چلے آئیں گے''۔

یاجوج اور ماجوج کوئی شیطانی قوت یا خونخوار وحشی قبائل نہیں ہیں جنہوں نے قیامت سے کچھ عرصہ قبل ''ظاہر'' ہو کر انسانوں کو ہلاک اور تہس نہس کرنا ہے بلکہ جس دن بقول ذوالقرنین ''میرے رب کا وعدہ پورا ہوگا'' تو اس دن اس کی بنائی ہوئی دیوار کو بھی رب العزت بقول ذوالقرنین ''ریزہ ریزہ کر دے گا''۔ اور اس دن زندہ لوگوں کیلئے بھی مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا اور اقرار کریں گے کہ ہم اس دن سے محض غافل نہ تھے بلکہ درحقیقت ظالم تھے۔

وَٱقۡتَرَبَ ٱلۡوَعۡدُ ٱلۡحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَٰخِصَةٌ أَبۡصَٰرُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يَٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِي غَفۡلَةٍ مِّنۡ هَٰذَا بَلۡ كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿٩٧﴾

''اور سچا وعدہ قریب ہوا، اس لئے جب ایسا ہوا کافروں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی ''ہم پر افسوس! ہم اس سے لاپرواہ تھے۔ نہیں، بلکہ ہم ظالم تھے'' (الانبیاء۔۹۷)

''تو یہی لوگ کہیں گے ''افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی تقصیر ہوئی'' (حوالہ الانعام۔۳۱) انسان کی آنکھیں اُس وقت کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں جب کوئی بات اچانک واقع ہو۔ بَلۡ تَأۡتِيهِم بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ ''نہیں! وہ ان پر اچانک آن پہنچے گی اور انہیں مبہوت کر دے گی'' (حوالہ الانبیاء۔۴۰)۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جانے کا مفہوم یہی ہے کہ وہ انہیں مبہوت کر دے گی۔ اس دن موجود تمام انسانوں نے موت کی نیند سو جانا ہے اس وجہ سے بھی ان کی آنکھیں بعد از مرگ کھلی کی کھلی رہیں گی کہ انہیں بند کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

''قیامت کی نشانیوں'' میں ایک نشانی یہ بتائی جاتی ہے کہ زمان کے آخر میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان، سورج اور چاند کے متعلق بتایا كُلٌّ يَجۡرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّىۚ (حوالہ الرعد۔۲، فاطر۱۳ اور سورۃ الزمر۔۵)

كُلٌّ يَجۡرِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ''تمام ایک متعین مدت (وقت) تک کیلئے چل رہے ہیں'' (حوالہ لقمان۔۲۹)

مَا خَلَقۡنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَآ إِلَّا بِٱلۡحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّىۚ

''ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق پر ایک متعین مدت (وقت تک) کیلئے بنایا ہے'' (حوالہ الاحقاف۔۳)

وَٱلسَّمَآءَ بَنَيۡنَـٰهَا بِأَيۡيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾ ''اور آسمان کو ہم نے قوت سے بلند کیا ہے، اور ہم یقیناً پھیلا اور وسعت دے رہے ہیں'' (الذاریات ۴۷)۔ کائنات بتدریج پھیلائی جا رہی ہے جس سے واضح ہے کہ اپنے منطقی انجام یعنی متعین، معلوم وقت أَجَلٍ مُّسَمًّى کی جانب یہ رواں دواں ہے۔ یہ لمحہ کونسا ہے؟

إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخۡفِيهَا لِتُجۡزَىٰ كُلُّ نَفۡسِۭ بِمَا تَسۡعَىٰ ﴿١٥﴾

''بے شک اس لمحے نے آنا ہے۔ میں نے اس لمحے کو مخفی رکھا ہے تا کہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پائے'' (سورۃ طٰہٰ۔۱۵)۔

پہلے سے گنی، شمار کی ہوئی مدت وہ ہوتی ہے جو کسی خاص، طے شدہ لمحے تک مؤخر ہو

وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعۡدُودٍ ﴿١٠٤﴾ ''اور ہم نے اسے صرف گنی ہوئی مدت کیلئے مؤخر کیا ہوا ہے'' (ھود۔۱۰۴)

سورج اور چاند کو روشنی کا ذریعہ بنانے کے علاوہ وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ''اور سورج اور چاند کو حساب رکھنے کا ذریعہ بنایا'' (حوالہ الانعام۔۹۶) هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلشَّمۡسَ ضِيَآءً وَٱلۡقَمَرَ نُورًا ''اسی اللہ نے سورج کو آگ سے ضیاء (روشنی، ماحول کو منور، حرارت) پیدا کرنے والا اور چاند کو اجالا (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا۔

وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُواْ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلۡحِسَابَ اور اس کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو'' (حوالہ یونس۔۵)۔ چاند کی منزلیں یوں بتائی ہیں وَٱلۡقَمَرِ إِذَا ٱتَّسَقَ ﴿١٨﴾ ''اور چاند کی جب وہ کامل (پورا) ہو جاتا ہے'' سورۃ الانشقاق کی آیت ۱۸ میں بتائی گئی اس منزل کی دوسری انتہا یہ ہے جب یہ طلوع ہوتا ہے

وَٱلۡقَمَرِ إِذَا تَلَىٰهَا ﴿٢﴾ ''قسم ہے چاند کی جب اس (سورج کے غروب) کے پیچھے طلوع ہو'' (الشمس۔۲)۔ چاند کی منزلیں مقرر کرنے کے متعلق سورۃ یٰس کی آیت ۳۹ میں بتایا

وَٱلۡقَمَرَ قَدَّرۡنَـٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلۡعُرۡجُونِ ٱلۡقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ ''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے''۔ دن اور رات کے متعلق یہ بھی بتایا

وَلِتَعۡلَمُواْ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلۡحِسَابَ ''اور تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان سکو'' (حوالہ الاسراء۔۱۲)۔

ٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿٥﴾ ''سورج اور چاند اپنے مقررہ حساب سے ہیں'' (سورۃ الرحمٰن۔۵)

یہ برسوں کی گنتی اور حساب کیوں ممکن ہوا

وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ

''اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر (پابند) کیا کہ دونوں مسلسل اپنے اپنے مدار پر چلتے رہیں'' (حوالہ سورۃ ابراہیم۔۳۳)

[یارب! تیری نعمتوں کی گنتی ہمارے لئے ممکن ہی نہیں۔ہم تیرا شکر ادا نہیں کرتے۔یارب! ہمیں معاف فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں سے کردے]۔سورۃ الانبیاء کی ۳۳ اور یٰس کی آیت ۴۰ میں بتایا کہ زمین، آسمان، سورج، چاند

كُلٌّ فِى فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ''سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیز تیرتے ہیں''۔اور سورج کے متعلق سورۃ یٰس کی آیت ۳۸ میں الگ سے یہ بھی بتایا وَٱلشَّمْسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ''اور سورج اپنی جائے قرار، مستقر کی جانب رواں ہے''۔

یہ حساب ایسا ہے کہ لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ ''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے۔ وَلَا ٱلَّيْلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِ اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے'' (حوالہ سورۃ یٰس۔۴۰)۔یارب! سچ ہے کسی کی مجال نہیں اس لئے کہ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ o یہ ہمارے غالب اور علم والے رب کے ٹھہرائے اور باندھے ہوئے پیمانے، حساب اور نظام ہے۔

روز قیامت یہ پیش آئے گا

فَإِذَا بَرِقَ ٱلْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ ٱلْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ﴿٩﴾

''ہاں! جب نظر چندھیا جائے گی اور چاند دھنس جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے'' (القیامۃ ۷۔۹)

اور روز قیامت یہ واقعہ بھی پیش آئے گا إِذَا ٱلشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ ''اور جب سورج لپیٹ دیا جائے گا'' (التکویر۔۱)۔

قرآنِ مجید نے ہمارے نظام شمسی کے متعلق جن حقائق کو چودہ سو سال قبل بیان فرمایا تھا انہیں قرآنِ مجید کا انکار کرنے والے اور سائنس بتدریج تسلیم کررہی ہے کیونکہ حقیقت بس وہی ہے جسے کتاب لاریب نے عیاں فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں سورج کے متعلق آخر وقت تک کیلئے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں اُن مصنفین کی تخیلاتی باتوں کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے جنہیں ستارے، سیارے، مصابیح اور بروج کے مابین فرق تو معلوم نہیں تھا (اگرچہ ان کے ہم عصر لوگوں کو علم تھا) لیکن سورج کے متعلق غیر حقیقی باتیں اختراع کرتے رہے کہ ''قرب قیامت کے زمانے میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا؟''

اللہ رب العزت نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۸ کی ابتدا میں بتایا ہے ''کیا آپ (ﷺ) نے اس شخص (کے رویئے) پر غور

نہیں کیا جسے ہم نے ملک عطا کیا تھا جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا **(argue)** کیا جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اس سے کہا ''میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے'' تو اس نے (بھی جھٹ) کہا ''میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں''۔ بادشاہ کے ذہن کی تاریکی کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی بات کے جواب میں جھٹ سے سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا کہ ''میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں'' اور یہ بھی نہ سوچ سکا کہ کسی شخص کو جان سے مارنے کی بجائے جان بخش دینے کا مطلب یہ نہیں بنتا کہ 'میں بھی زندہ کرتا ہوں'۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا ہے کہ نخوت اور تکبر میں الجھے ذہنوں کو لطیف باتیں سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا انہیں موٹی عقل کو سمجھ آجانے والی مثال دینا مناسب ہے۔

قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِي بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِي كَفَرَ

''ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا ''اچھا! اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تم اسے مغرب سے لے آؤ''

تو وہ کافر ہکا بکا رہ (کر لا جواب ہو) گیا'' (حوالہ البقرۃ۔۲۵۸)

اللہ کی قدرتوں اور مقام اور اس کے درمیان فرق کو سمجھانے کے لئے جب بادشاہ کو ایک سیدھی سادی نظر آنے والی حقیقت کی مثال دی گئی تو ہکا بکا رہ گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارد گرد پھیلی حقیقتوں پر کبھی اس نے غور و فکر کیا ہی نہ تھا اور سچائی کو جاننے کی خواہش ہی نہ تھی۔

سوال یہ ہے کہ اگر مشرق کی بجائے مغرب سے سورج کے نکلنے کا کبھی بھی امکان ہوتا تو کیا ابراہیم علیہ السلام اس بادشاہ کو یہ دلیل، مثال دیتے؟ قرآنِ مجید میں بتائی ہوئی اس حقیقت پر بھی باتیں اختراع کرنے اور انہیں بڑے بڑے ناموں سے منسوب کرنیوالوں نے غور نہیں کیا

وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

''اور اس مقصد کیلئے ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کے نظم و نسق کا مشاہدہ کرایا تھا

تا کہ وہ (اس کے متعلق) یقینی علم والوں میں سے ہوں'' (الانعام۔۷۵)

اور پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا۠ عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٥٦﴾

انہوں نے کہا ''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے،

اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں'' (الانبیاء۵۶)

مشاہدے اور حقیقتِ شئے کا علم رکھنے والا ہی اپنے آپ کو گواہ کہہ سکتا ہے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ اللہ تعالیٰ کے خلیل، دوست ہی کے شایان شان ہے۔ یہ لوگوں کا محض تخیل اور ظن ہے کہ زمان کے آخر میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ قرآنِ مجید اور ابراہیم علیہ السلام کے قول کے مطابق یہ قطعی غلط بات ہے۔ اور نظام شمسی کے متعلق آج ہمارا اپنا علم بھی اسے غلط قرار دیتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق ''قیامت کی نشانیوں''میں سے ایک یہ ہے کہ زمین سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

آج ہمارے اطراف میں پھیلے جانوروں میں ہم میں سے ءَايَـٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُوقِنُونَ یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

وَإِذَا وَقَعَ ٱلۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ أَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ

''اور جس وقت ان پر (وعدے کا وقت) وہ وعدہ ثابت ہو چکا ہو گا تو ہم ان کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے''۔

وَقَعَ واحد مذکر غائب ماضی معروف ہے۔ إِذَا ظرف زمان ہے ''جب، جس وقت''۔اس طرح واضح ہے کہ یہ قیامت کی نشانی کی بات نہیں ہے بلکہ عین قیامت والے دن کا واقعہ ہے کہ اس دن زمین میں سے ایک جانور نکالا جائے گا۔کس لئے؟

تُكَلِّمُهُمۡ أَنَّ ٱلنَّاسَ كَانُواْ بِـَٔايَـٰتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝

''جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات (قرآنِ مجید+نشانیوں) پر یقین نہیں کرتے تھے''(النمل۔۸۲)

اس لمحے، دن کیلئے کوئی نشانی نہیں۔اس نے اچانک آنا ہے اور اس کیلئے مستقبل کی کوئی نشانی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

فَهَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأۡتِيَهُم بَغۡتَةً

''تو کیا وہ صرف اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے

فَقَدۡ جَآءَ أَشۡرَاطُهَا

مگر اس کی آمد کی علامتیں (نشانیاں) تو لا چکا ہے''(سورۃ محمد ﷺ۔۱۸)

جَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جس کے معنی آنے، لے کر آنے یا مرتکب ہونا کے ہیں

أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُولُۢ بِمَا لَا تَهۡوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ''جب بھی تمہارے پاس رسول ایسی بات، پیغام لایا جسے تمہارے دل نہ چاہتے تھے''(حوالہ البقرۃ۔۸۷)۔عربی حرف ''قَدۡ'' ماضی کو ماضی قریب ظاہر کرتا ہے۔

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سے فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے متعلق یہ حقائق بتائیں:۔

(۱) ''یقیناً اس ساعت کا علم تو صرف میرے رب، اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''

(۲) ''سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ظاہر کر سکتا کہ کس وقت وقوع ہو گی''۔

(۳) ''وہ تم لوگوں پر نہیں آئے گی مگر اچانک''۔

(۴) ''میں نے یکساں طور پر تمہیں اطلاع کر دی ہے۔اور مجھے خبر نہیں کہ جس چیز کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور''

۵) ''مجھے نہیں معلوم کہ جس کا وعدہ تم لوگوں سے کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کیلئے دور کی مدت مقرر کرے گا''

(٦) ''اور اسی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے اس لئے تم لوگ اس کے متعلق متردد نہ ہو اور میری اتباع کرو۔ یہ صراط مستقیم ہے''

اور اللہ رب العزت کا فرمان ہے فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ ''مگر اس کی آمد کی علامتیں تو لا چکا ہے'' (حوالہ سورۃ محمد ﷺ ـ ۱۸)۔

عربی حرف ''قَد''، فعل ماضی کے ساتھ تحقیق (یقیناً) کے معنوں میں آتا ہے۔ جب کسی شئے کی علامتیں آچکی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ پہنچنے ہی والی ہے

فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ ۝

''اس لئے پھر جب وہ ان پر آن پہنچے گی تو اس کی نصیحت سے انہیں کیا حاصل ہوگا؟'' (حوالہ سورۃ محمد ﷺ ـ ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے اس قدر غیر مبہم اور واضح فرمودات اور آقائے نامدار ﷺ سے کہلوائے گئے اقوال کے باوجود روز قیامت کی نشانیاں کو مستقبل میں تلاش کرنا کیا سوائے غفلت اور گمراہی میں پڑنے کا بے سود اور خسارے کا سودا نہیں؟ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ

''مگر اس کی آمد کی علامتیں تو لا چکا ہے'' (حوالہ سورۃ محمد ﷺ ـ ۱۸) کے بعد آقائے نامدار ﷺ سے ہمیں حکم تو یہ دلوایا گیا ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ ۗ

''اس لئے (آپ ﷺ ہر ایک کو بتائیں) ''جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔

اور اپنی فروگزاشت کی بخشش مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے بھی بخشش مانگو۔

وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَىٰكُمْ ۝

اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھکانے کو جانتا ہے'' (سورۃ محمد ﷺ ـ ۱۹)

کیا عقل و دانائی کا یہ تقاضہ نہیں کہ ہم اپنے تخیل اور گمان سے نشانیاں تلاش کرنے کی بجائے اُس کیلئے ہر لمحہ خود بھی تیار رہیں اور کم فہم لوگوں کو دھوکا اور فریب نہ دیں کہ یہ اتنے سو سال بعد آئے گی؟ آقائے نامدار ﷺ نے یہ اطلاع ملنے پر اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہمیں خبردار کر دیا ہے

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ ٱلْـَٔازِفَةِ إِذِ ٱلْقُلُوبُ لَدَى ٱلْحَنَاجِرِ كَـٰظِمِينَ ۚ

''اور انہیں اُس دن سے خبردار کریں جو پہنچنے ہی والا ہے جب دل گھٹ کر گلے میں آجائیں گے'' (حوالہ غافر ـ ۱۸)۔

ٱلْـَٔازِفَةِ کا مادہ 'ازف'' ہے جس کے معنی ہیں جلد ہونے والی چیز۔ قریب اور نزدیک۔

آقائے نامدار ﷺ نے جس پہنچنے ہی والے دن کے متعلق خبردار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق مزید بتایا

أَزِفَتِ ٱلْءَازِفَةُ ﴿٥٧﴾

''قریب آنے والی چیز قریب آن لگی ہے''

أَجَلٍ مُّسَمًّى کا مفہوم اور مطلب بھی وہ مدت ہے جسے گزرنے والا ہر لحہ قریب سے قریب تر کر دیتا ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾

''اللہ کے سوا اس کو کھول دکھانے والا کوئی نہیں''

أَفَمِنْ هَـٰذَا ٱلْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾

''تو کیا پھر تمہیں اس حدیث میں تعجب ہوتا ہے اور (ابھی بھی) ہنس رہے ہو اور روتے نہیں ہو

وَأَنتُمْ سَـٰمِدُونَ ﴿٦١﴾

اور تم غافل، لہو ولعب میں مشغول، رکے بغیر من مانی کئے چلے جارہے ہو''

اور بتایا کہ أَزِفَتِ ٱلْءَازِفَةُ ﴿٥٧﴾ کا تقاضا تو یہ ہے کہ

فَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَٱعْبُدُوا۟ ۩ ﴿٦٢﴾

''اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور صرف اس کی بندگی کرو'' (آیت سجدہ۔ سجدہ کریں۔ النجم۔۵۷۔۶۲)

فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ ''مگر اس کی آمد کی علامتیں تو لا چکا ہے'' (حوالہ سورۃ محمد ﷺ۔۱۸)۔اس فرمان کے مفہوم کو زیادہ واضح انداز میں سمجھنے اور اس قریب آن لگے دن کیلئے سنجیدہ تیاری کرنے کیلئے یہ بات ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہے اگر آن چکی علامتوں کو ہم تلاش کریں جو اس ساعت کی آمد آمد کی نشاندہی کرتی ہیں۔اس کیلئے قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت کی عادت کو سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اللہ کی سنت کبھی نہیں بدلتی اور اس کے کلام کو بھی کوئی نہیں بدل سکتا۔اللہ نے اپنے متعلق بتایا

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ ۚ ''اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے'' (حوالہ الانعام ۱۲)

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ ۖ ''تم لوگوں کے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے'' (الانعام۔۵۴)

وَرَبُّكَ ٱلْغَنِىُّ ذُو ٱلرَّحْمَةِ ۚ ''اور آپ (ﷺ) کا رب بے نیاز اور بہت رحمت والا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۳۳)

فَقُل رَّبُّكُمۡ ذُو رَحۡمَةٖ وَٰسِعَةٖ ''تو آپ (ﷺ) کہہ دیں 'تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۴۷)

وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖۚ ''اور میری رحمت سب چیزوں پر پھیلی ہوئی ہے' (حوالہ الاعراف۔۱۵۶)

وَرَبُّكَ ٱلۡغَفُورُ ذُو ٱلرَّحۡمَةِۖ ''مگر تیرا رب بہت بخشنے والا اور رحمت والا ہے'' (الکہف۔۵۸)

ٱلرَّحۡمَةِ رحم وکرم کے شیوہ کو اپنے اوپر لازم کر لینے والے رب العالمین نے فرمایا

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کیلئے رحمت'' (الانبیاء۔۱۰۷)

آقائے نامدار ﷺ تمام انسانوں کیلئے رحمت ہیں اس لئے ہر کس و ناکس کو یکساں طور پر بتایا

فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَقُلۡ ءَاذَنتُكُمۡ عَلَىٰ سَوَآءٖۖ وَإِنۡ أَدۡرِيٓ أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٞ مَّا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾

''پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دیں ''میں نے تمہیں یکساں طور پر اطلاع کر دی ہے۔

اور مجھے ادراک نہیں کہ جس چیز کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور'' (الانبیاء۔۱۰۹)

اُس ساعت میں کائنات اور انسانوں کی ہلاکت کا پیغام ہے۔اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی لوگوں کو ہلاک کرنے کی وجہ اور اصول کو سمجھنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے

ذَٰلِكَ أَن لَّمۡ يَكُن رَّبُّكَ مُهۡلِكَ ٱلۡقُرَىٰ بِظُلۡمٖ وَأَهۡلُهَا غَٰفِلُونَ ﴿١٣١﴾ (الانعام۔۱۳۱)

''یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس لئے تھا کہ آپ (ﷺ) کا رب بستیوں کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا جب وہاں کے رہنے والے بے خبر ہوں''

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ ٱلۡقُرَىٰ بِظُلۡمٖ وَأَهۡلُهَا مُصۡلِحُونَ ﴿١١٧﴾ (ھود۔۱۱۷)

''اور آپ (ﷺ) کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے جب ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں''

زمان میں جب رسول بقید حیات نہ ہوں تو ان پر نازل کردہ کتاب ہر دور، نسل، قوم کیلئے اصلاح کا ذریعہ ہوتی ہے۔

لِكُلِّ أَجَلٖ كِتَابٞ ٥

''ہر دور (مقررہ مدت، اجل) کیلئے کتاب ہے'' (حوالہ الرعد۔۳۸)

وَمَآ أَهۡلَكۡنَا مِن قَرۡيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٞ مَّعۡلُومٞ ﴿٤﴾

''اور ہم نے کسی بستی کو بھی ہلاک نہیں کیا سوائے انہیں جن کیلئے معلوم کتاب تھی'' (الحجر۔۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کے متعلق مزید بتایا

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝

''اور ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں'' (حوالہ الاسراء۔۱۵)

رب العزت کی عادت ہے کہ خبردار کئے بغیر ہلاک نہیں کرتا۔ بتایا

وَمَآ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾

''اور ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا اس کیلئے خبردار کرنے والے بھی تھے'' (الشعراء۔۲۰۸)

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِىٓ أُمِّهَا رَسُولًا

'اور آپ (ﷺ) کے رب کی یہ عادت نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کردے جب تک ام القریٰ (مرکزی شہر) میں رسول نہ بھیج دے

يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِنَا

جو انہیں ہماری آیتیں سنائے

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى ٱلْقُرَىٰٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَـٰلِمُونَ ۝

اور (رسول کے آنے کے بعد بھی) ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس وقت جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں'' (القصص۔۵۹)

ہمارے رب کے اصول اٹل ہیں۔ اس کی سنت نہیں بدلتی۔ جس رب نے کسی ایک بستی کو بے خبری میں ہلاک نہیں کیا کہ اس کی عادت نہیں کہ مرکزی شہر میں خبردار کرنے والے (نذیر) رسول کو بھیجے بغیر ہلاک کردے اس رب العزت کے بارے میں کیسے یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ تمام دنیا کے باسیوں کیلئے أُمَّ ٱلْقُرَىٰ میں خبردار کرنے والے رسول کو بھیجے بغیر قیامت برپا کرکے تمام بستیوں اور انسانوں کو ہلاک کردیتا؟ اللہ تعالیٰ کی اس عادت نے دنیا کیلئے واضح کررکھا تھا کہ قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک تمام انسانوں کیلئے خبردار کرنے والے اور خوشخبری دینے والے رسول کو مبعوث نہیں فرمادیا جائے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنائے گا۔ دنیا کیلئے قرب قیامت کی نشانی کسی بستی اور قوم کیلئے نہیں بلکہ عالمین کیلئے اللہ کی رحمت کا نزول اور كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کیلئے رسول کا مبعوث ہونا تھا۔

اور اللہ نے اس عظیم نشانی کا ظہور فرمادیا:

وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر''

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةٗ لِّلنَّاسِ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ٢٨

''اور (رسول کریم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور خبر دار کرنے والا،

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (سباء-۲۸)

وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ مُبَارَكٞ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَاۚ

''اور اس کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے، اسے ثبات ہے، اس کی تصدیق ہے جو اس سے قبل ہے، اور اس لئے تا کہ آپ (ﷺ)

ام القریٰ اور اس کے ارد گرد والوں کو خبر دار کریں'' (حوالہ الانعام-۹۲)

وَكَذَٰلِكَ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ قُرۡءَانًا عَرَبِيّٗا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَا

''اور اس طرح ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف عربی زبان میں قرآن (مجید) وحی کیا ہے تا کہ

آپ ام القریٰ (مادر شہر) اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو خبر دار کریں'' (حوالہ الشوریٰ-۷)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تمام دنیا کو گلوبل ولیج قرار دے دیا تھا جس کا مرکزی شہر مکہ مکرمہ ہے۔ آقائے نامدار، رحمت للعالمین ﷺ کو

رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَۗ کی حیثیت میں مبعوث فرمادیا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات لوگوں کو سنانے کیلئے کہا گیا

وَٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ

''اور (رسول کریم ﷺ) آپ کے رب کی کتاب میں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اسے (من وعن ہر ایک کو) سنا دیں۔

اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں'' (حوالہ الکہف ۲۷)

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا'' وَأَنۡ أَتۡلُوَاْ ٱلۡقُرۡءَانَۖ اور (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) میں قرآن (مجید) سناؤں' (حوالہ النمل-۹۲)

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَۚ

آپ ﷺ فرمائیں'' اور یہ قرآنِ مجید میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی

اور انہیں بھی خبر دار کروں جنہیں یہ قرآنِ مجید پہنچا'' (حوالہ الانعام-۱۹)

زمان میں کبھی کوئی بھی نسل، لوگ، امت نہیں رہی جن کے بیچ ایک خبر دار کرنے والا موجود نہ رہا ہو۔

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗاۚ وَإِن مِّنۡ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٞ ٢٤

''ہم نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور خبر دار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور کوئی نسل، امت ایسی نہیں جس میں کوئی خبر دار کرنے والا نہ گزرا ہو'' (فاطر-۲۴)

اور یہ خبر دار کرنے والے رسول ایسے نہیں تھے جنہیں حیات کا دوام دیا گیا ہو بلکہ لوگوں کیلئے کتاب لے کر آئے تھے۔اس لئے زمان کبھی خبر دار کرنے والے سے خالی نہیں رہا کیونکہ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ o ''زمان کے ہر دور کیلئے کتاب ہے'' (حوالہ الرعد۔۳۸)۔

اور آقائے نامدار ﷺ نے دوٹوک بتا دیا کہ اب روز قیامت تک لوگوں کی نسلوں کیلئے نذیر ہیں جنہیں قرآنِ مجید پہنچا ہے۔اس لئے زمان آئندہ بھی نذیر کے بغیر نہیں رہے گا۔آقائے نامدار، رحمت للعالمین رسولِ کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، مکۃ المکرّمہ ام القریٰ اور قرآنِ مجید کتاب آخر۔آقائے نامدار ﷺ اور قیامت کے مابین اب کچھ نہیں ایسے جیسے دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔اب نہ کسی رسول نے آنا ہے، نہ نجات دہندہ اور نہ کسی کتاب نے۔اب قیامت نے برپا ہونا ہے۔وعدے کے دن نے آن پہنچنا ہے۔گلوبل ولیج کے باسیوں نے ہلاک ہونا ہے

وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا

''اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم روز قیامت (دوسرے صور پھونکے جانے) سے قبل ہلاک نہ کر دیں

یا (اس سے قبل) اسے سخت عذاب نہ دیں گے۔

كَانَ ذَٰلِكَ فِى ٱلْكِتَـٰبِ مَسْطُورًا o

یہ بات (اصول، فیصلہ) کتاب میں لکھا ہوا ہے'' (الاسراء۔۵۸)

اللہ تعالیٰ اپنے طے شدہ اصولوں کے مطابق اپنا کام کر چکا ہے اور سب کو یکساں دعوت دے رہا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلرَّسُولُ بِٱلْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَـَٔامِنُوا۟ خَيْرًا لَّكُمْ ''(حوالہ النساء۔۱۷۰)

''اے انسانو! تمہارے پاس رسولِ کریم (ﷺ) حق لے کر آ گئے ہیں اس لئے ایمان لے آؤ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے''

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ (النساء۔۱۷۴)

''اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کر دیا ہے''

يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾

''اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس اللہ کے رسول (ﷺ تشریف لے) آئے ہیں جو تم پر کافی باتیں ظاہر اور واضح کر دیتے ہیں

جنہیں تم کتاب میں سے چھپاتے ہو اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی فرماتے ہیں۔

اللہ کی جانب سے تمہارے پاس نور اور قرآنِ مجید (کتاب مبین) آ گیا ہے'' (المائدہ۔۱۵)

يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ فَتۡرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا
جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾

"اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول (ﷺ)، رسولوں کے موقوف ہو جانے کے بعد،

تمہیں صاف صاف سمجھانے کے لئے آگئے ہیں تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا۔

اس لئے تمہارے پاس خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے آگئے ہیں۔ اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے" (المائدہ۔١٩)

(یہ بہانہ روز قیامت ہو سکتا تھا، اہل کتاب کیلئے انتظار کا بہانہ ختم)

ساعت قریب آن لگی ہے

أَفَمِنۡ هَـٰذَا ٱلۡحَدِيثِ تَعۡجَبُونَ ﴿٥٩﴾

"تو کیا پھر تمہیں اس حدیث میں تعجب ہوتا ہے

وَتَضۡحَكُونَ وَلَا تَبۡكُونَ ﴿٦٠﴾

اور (ابھی بھی) ہنس رہے ہو اور روتے نہیں ہو

وَأَنتُمۡ سَـٰمِدُونَ ﴿٦١﴾

اور تم غافل، لہو ولعب میں مشغول، رکے بغیر من مانی کئے چلے جا رہے ہو" (النجم۔٥٩۔٦١)

تخیل سے نشانیاں بتانے والے قیامت کو لوگوں کے گمان میں دور کر دیتے ہیں۔ انداز نیا ہے لیکن بات پرانی ہے

هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾

"نہیں نہیں دور، بہت دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے" (المومنون۔٣٦)

لوگوں کے تخیل اور گمان سے حقیقت بدل نہیں سکتی۔

إِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهُۥ بَعِيدًا ﴿٦﴾ وَنَرَىٰهُ قَرِيبًا ﴿٧﴾

"وہ اسے دور دیکھتے ہیں، مگر ہم اسے قریب دیکھتے ہیں" (المعارج۔٦۔٧)

آئیں ہم سنی سنائی تخیلاتی باتوں کو بھلا اور یاداشتوں سے ہمیشہ کیلئے کھرچ کر اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کی دعا کو اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو اپنی یاداشتوں میں محفوظ کر لیں

قُلْ رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''میرے رب! اگر تو مجھے وہ دن دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٩٤﴾

تو پھر میرے رب مجھے ظالم قوم میں نہ رکھنا''

وَإِنَّا عَلَىٰ أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ ﴿٩٥﴾

''اور ہم یقیناً اس بات پر قادر ہیں کہ آپ (ﷺ) کو وہ دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾

برائی کو اس طریقے سے دور کر جو بہت عمدہ ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو تخیل سے باتیں وہ بناتے ہیں'' (مومنون۔۹۳۔۹۶)

''قیامت کب آئے گی؟'' ایک ایسا سوال ہے جو صرف ایسے لوگوں کے لبوں پر آتا ہے جنہیں یوم آخر کے متعلق شک وتردد ہے اور دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے اور اسی میں مگن رہ کر من مانی کرنا چاہتے ہیں۔لیکن ایسے لوگ بھی ہیں

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ٥

''اور انہیں آخرت کا یقین ہے'' (حوالہ البقرۃ۔۴)

وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ٥

''اور انہیں آخرت کا یقین ہے'' (حوالہ النمل۔۳،لقمان۔۴)

یُوْقِنُوْنَ کا مادہ ''ی ق ن'' ہے۔اس کے معنی معاملہ کو جاننا،اس کی حقیقت معلوم کرلینا ہیں۔کسی بات کا واضح اور ثابت ہوجانا۔یقین شک کی ضد ہے یعنی شک کا زائل ہوکر علم وتحقیق کے ساتھ کسی امر کا پایۂ ثبوت کو پہنچ جانا۔کسی بھی بات کو ماننے اور یقین کی منزل پر پہنچنے کے مابین کچھ فاصلہ ہے۔کسی بھی بات میں شک کا زائل ہونا اس بات کو ماننے پر انسان کو مائل کرتا ہے اور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ ماننے اور یقین کے مابین فاصلہ نہ ہو بلکہ ماننے اور یقین کا عمل بیک وقت ظہور پذیر ہو۔ایسی صورت میں ایمان اور یقین ہم معنی اور مترادف ہوجائیں گے۔ لیکن کسی بھی پنہاں بات کے متعلق ایمان اور یقین کے مابین فاصلے کو اس وقت ختم کیا جاسکے گا جب انسان تصور میں اس بات کو یوں محسوس کرے اور دیکھے جیسے وہ ظہور پذیر ہوچکی ہو۔یقین وہ منزل ہے جب پنہاں پنہاں نہیں رہتا۔یہ لوگ ''قیامت کی نشانیوں'' کی تلاش اور ان کے انتظار میں وقت برباد کرنے کی بجائے اپنی زندگی میں اس سے ملاقات کی تیاری میں روز وشب بسر کرتے ہیں کہ لمحہ جاتا ہے کہ برپا ہوجائے کیونکہ یہ لمحہ اس قدر خفیہ رکھا گیا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی زندگی مبارک کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ یہ اُس وقت بھی آسکتا تھا۔

انسان دوسرے انسانوں سے قیامت سے قبل طبعی موت کے ذریعے الگ (وفات) کیا جاسکتا ہے یا پھر اس کی زندگی ہی میں قیامت برپا ہوسکتی ہے۔ بتایا

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُونَ ﴿٤١﴾

''لیکن اگر ہم آپ (ﷺ) کو لے جائیں تو بھی ہم ان کے جرم کی سزا دیں گے

أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴿٤٢﴾

یا اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ہم ان پر پوری قدرت رکھتے ہیں (الزخرف ۴۱۔۴۲)

نَذْهَبَنَّ (جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ متعدی بالباء) کا مادہ ''ذ ھ ب'' ہے اور اس کے معنی ''لے جانا'' ہیں۔ اور ایک بندے کو دوسرے انسانوں کی معیت سے لے جانے کا ایک ہی مفہوم ہے یعنی انہیں لوگوں سے الگ کر لینا، طبعی موت کا وقوع ہونا۔ آقائے نامدار ﷺ سے فرمائے گئے ان الفاظ نَذْهَبَنَّ بِكَ کے معنی اور مفہوم یوں واضح ہیں

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اور اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کرلیں (وفات)'' (حوالہ یونس۔۴۶)

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اور اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کرلیں'' (حوالہ الرعد۔۴۰)

فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اس لئے اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کرلیں'' (حوالہ غافر۔۷۷)

اس طرح واضح ہے کہ نَذْهَبَنَّ بِكَ (آپ ﷺ کو لے جائیں) کے معنی اور مفہوم نَتَوَفَّيَنَّكَ ہیں یعنی آپ ﷺ کو لوگوں کے بیچ میں سے لے جائیں، لوگوں سے الگ کرلیں۔ رسولِ کریم کو لوگوں سے الگ کرنے کے بعد کیا ہوگا؟

ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝

''بعد ازاں اللہ اس کا گواہ ہوگا جو فعل وہ کرتے ہیں'' (حوالہ یونس۔۴۶)

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝

''(آپ ﷺ کو الگ کرنے سے کیا فرق پڑے گا) اس لئے کہ آپ (ﷺ) کے ذمہ تو (قرآنِ مجید) پہنچا دینا ہے (اور وہ آپ نے پہنچا دیا ہے) اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے'' (حوالہ الرعد۔۴۰)

اور آپ ﷺ کو یہی نصیحت فرمائی

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾

''اس لئے آپ (ﷺ) اسے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف (قرآنِ مجید) وحی کیا گیا ہے۔ یقیناً آپ صراط مستقیم پر ہیں'' (الزخرف ۴۳)

اور آپ ﷺ نے قرآنِ مجید ہم تک پہنچا دیا ہوا ہے اور دوٹوک واضح فرمایا

قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ

(آپ ﷺ فرمائیں) ''بیشک تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والا (قرآنِ مجید) آ گیا ہے،

اب جو دیکھتا ہے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو اندھا رہا اس کا وبال اسی پر ہوگا

وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۝

اور میں تمہارا کچھ نگہبان و نگران نہیں ہوں'' (الانعام ۱۰۴)

قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ

آپ (ﷺ) بتائیں ''اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے (قرآنِ مجید) حق آ گیا ہے''

وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝

''اور میں تمہارا کوئی وکیل (ذمہ دار، نگران) نہیں ہوں'' (حوالہ یونس ۱۰۸)

انسانوں کی اکثریت سے سب سے بڑا دھوکا اور فریب اس دن کیا گیا تھا جب قرآنِ مجید میں بتائی گئی سب سے قدیم قوم یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کے مقتدر اور صاحب ثروت اکابرین نے اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے مجسموں کو مختلف نام اور اللہ تعالیٰ کے شریک اِلٰہ قرار دے کر لوگوں کو متعارف کرائے تھے اور ان کے گرد انہیں معتکف کر دیا تھا اور گمان کیا کہ یوں لوگوں کو اپنے مفاد کے دائرے میں قید کر کے اقتدار اور برتری کو دوام دے دیا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کے بعد اٹھائی جانے والی دنیا کی دوسری قدیم ترین قوم کے صاحب ثروت طبقے کے مقتدر امراء نے زمان میں انسان سے دوسرا بڑا دھوکا اور فریب کیا جب انہوں نے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ قیامت ابھی بہت دور ہے تا کہ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنے کے فلسفہ کو ماننے پر اگر وہ تیار نہ بھی ہوں تو بھی دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب کی فکر سے غافل ہو جائیں۔ انہوں نے کہا تھا

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾

''نہیں نہیں دور بہت دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (المومنون ۔۳۶)۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾

''تمہارا الٰہ تو الٰہ واحد (اللہ) ہے۔ مگر جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکاری ہیں۔

اور وہ اپنی بڑائی (متکبر) کرنے والے لوگ ہیں'' (النحل۔۲۲)

قیامت کا انکار درحقیقت اللہ کو واحد ماننے سے انکار ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں اِس خیال کو پختہ کرنا کہ قیامت ابھی بہت دور ہے درحقیقت صاحب ثروت مقتدر طبقے کا مفادات کے اپنے ترتیب دیئے ہوئے نظام کو مستحکم اور جاری رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ مگر اس کی آمد کی علامتیں تو لا چکا ہے'' (حوالہ سورۃ محمد ﷺ۔۱۸) کو ایک دوسرے زاویئے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا آقائے نامدار، نبی امی ﷺ کی تشریف آوری سے قبل قیامت برپا ہو سکتی تھی؟ جواب نفی میں ہے۔وجہ؟ اس لئے کہ انسان کو نازل کردہ کتابوں میں نبی امی ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع تحریر میں دی جا چکی تھی اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے بھی ان کی آمد کا اعلان کر دیا ہوا تھا۔یہ میرا بیان اور خیال آرائی نہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ (حوالہ الاعراف۔۱۵۷)

''جو لوگ رسولِ کریم (ﷺ)، نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کے بارے میں تحریر میں لکھا پاتے ہیں اپنے پاس توریت اور انجیل میں''

اور عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

''اور مبشر ہوں اپنے بعد ایک رسول کی آمد کا، جن کا اسم ہے احمد (ﷺ)'' (حوالہ سورۃ الصف۔۶)

عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارا اسلام ہو۔ختم نبوت کے وہ اول مؤذن ہیں۔

آقائے نامدار ﷺ سے قبل کے تمام نبیوں اور رسولوں کو یہ بات معلوم تھی کہ قیامت نے اس وقت تک برپا نہیں ہونا جب تک خاتم النبیین، رسول کریم ﷺ دنیا میں تشریف نہیں لے آتے۔ان نبیوں اور رسولوں میں سے کسی ایک نے بھی وہ دعا نہیں مانگی تھی جو آقائے نامدار ﷺ سے مانگنے کیلئے کہی گئی قُل رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''میرے رب! اگر تو مجھے وہ دن دکھائے (قیامت زندگی میں برپا ہو جائے) جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٩٤﴾

تو پھر میرے رب مجھے ظالم قوم میں نہ رکھنا'' (المومنون ۹۳۔۹۴)

یارب! یوم آخر پر ہمارا یقین ہے۔یارب! تیری بات پر سر تسلیم خم ہے کہ ساعت قریب آن لگی ہے۔اگر یہ دن ہماری زندگی میں آتا ہے تو یارب ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ رکھنا۔آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لحہ صبح و شام۔